حقیقتِ سجدہ

علی عمر بادحدح

ترجمہ: خدابخش کلیار

سجدے کے بارے جب انسان غور کرتا ہے تو پوری کائنات اپنی تواضع، انکساری اور نیاز مندی کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدہ ریز نظر آتی ہے۔اس کی ہیئت اوراس کی خودسپردگی اللہ کے حکم کے موافق ہے اوراس میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری وساری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَـمْ تَـرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَه' مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (الحج ۲۲:۱۸)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سربسجود ہے وہ سب جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، سورج اور چانداور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔

پس غور کرو کہ پوری کائنات کی کوئی شے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے سے سرتابی کرنے والی نہیں ہے سوائے اس انسان کے کہ اس کی ایک نوع سجدے کرنے والی اور ایک اس سے انکار کرنے والی اور باقی کائنات سے ہٹ کر سجدہ کرنے سے سرتابی کرنے والی ہے۔مگر وہ انسان جو اللہ کا نافرمان اور ناشکرا ہے وہ پوری کائنات میں مختلف اور منفرد ہوتا ہے اور اس کی یہ انفرادیت اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بُعد اور تکبر ہے۔

لٰہذا بندے کو غور کرنا چاہیے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو وہ اللہ کی تسبیح و تحمید بیان کرنے والی اور اس کے آگے سجدہ ریز اس کائنات کا ایک جزو بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ یٰسٓ میں فرمایا: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (۳۶:۳۸) ''اور سورج وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے''۔ اس آیت کے معنی میں ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ غروب کے وقت اور اپنے ہر غروب میں آفتاب اللہ تعالیٰ کے عرش کے آگے سجدہ کرتا ہے، اور اس کی تائید حضرت ابوذرؓ کی روایت کی ہوئی بخاری کی حدیث کرتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ کیسے ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ وہ سجدہ زبانِ حال سے بھی ہے اور زبانِ قال سے بھی، یعنی علامتاً بھی اور فعلاً بھی۔ اور اس میں کوئی تعجب ہے نہ تحیّر، کیونکہ جو سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو کیا جاتا ہے وہ اس کی ہیئت کو جانتا ہے، جب کہ ہم نہیں جانتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ (الرحمٰن ۵۵:۶) ''اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں''۔ اور اسی طرح سے اللہ تعالیٰ سرتابی کرنے اور نافرمانوں کو اپنی ہدایت کی طرف توجہ دلاتا ہے اور ان پر حجت قائم فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (الرعد ۱۳:۱۵) ''وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سجدہ کر رہی ہے اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اس کے آگے جھکتے ہیں''۔

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اختیار سے سجدہ کرنے سے پہلوتہی کرنے والا شخص بھی اپنے سائے کے ساتھ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی خلقت اور اپنی جبلت کے تحت بے اختیار اللہ کی جناب میں سجدہ ریز ہوتا ہے۔ گویا پوری کی پوری کائنات اللہ کے آگے سجدہ ریز ہے۔ چنانچہ دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان بھی اپنے دل اور ہیئت کے ساتھ سجدہ کرنے والا ہو۔

عظمتِ سجدہ

یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جب سجدے کے بارے میں غور کرتا ہے تو وہ اسے ایک

نعمت عظمہ پاتا ہے۔اس پر مستزاد آیات قرآنی، احادیث نبویؐ اور ارشادت اسلاف ہیں۔سجدے کی یہی وہ اہمیت ہے جو اسے تدبر اور سنجیدگی سے غور وفکر کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اس کی حقیقت کو پانے کی کوشش کرے، نیز اس کا ایمانی وقلبی فہم کتنا ضروری ہے اور اس کی ادایگی پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے؟

سعید بن جبیرؒ، جب مسروقؒ سے ملے تو انھوں نے ان سے کہا: ''اے ابوسعید! اپنے چہروں کو خاک آلود کرنے (سجدے) کے سوا کسی چیز سے ہمیں رغبت نہیں ہونی چاہیے''۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ان کی سب سے بڑی خواہش اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہونے، اور اگر ان کے لیے کوئی حلاوت ولذت تھی تو وہ اس کی جناب میں عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی جبینوں کو خاک آلود کرنے میں تھی۔

مسروق ؒ نے غایت دل چسپی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: ''واقعتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے سوا کوئی ایسی چیز ہے جس کی اس دنیا میں فکر کی جائے'' (نزھة الفضلاء تھذیب سیر اعلام النبلاء)۔ اسلاف امت کی یہ گفتگو واضح کرتی ہے کہ سجدہ کوئی معمولی عمل نہیں ہے۔سجدہ محض انسانی اعضا کی حرکت اور زبانی دہرائے جانے والے بے اثر کلمات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ جسم وروح پر اثر انداز ہونے والے اس عمل کا نام ہے جس کی تکمیل حضوری قلب، عجز وانکسار اور عقل و شعور کے گہرے ادراک وفہم کے ساتھ ہوتی ہے۔لہٰذا سجدے کا مسئلہ بہت وسیع اور عمیق ہے اور ہمارے لیے اس کا بطریق احسن فہم ناگزیر ہے۔

صحیح بخاری میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ابن مریمؑ تمھارے درمیان حاکم عادل بن کر ضرور نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جنگ کا خاتمہ کریں گے اور مال پانی کی طرح بہے گا حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔(اس وقت) ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا''۔(کتاب احادیث الانبیاء)

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث پر یہ تبصرہ کیا ہے: ''مال کی کثرت، برکات کے نزول، خیرات کی بارش، عدل گستری اور ظلم کے فقدان کی وجہ سے ہوگی۔اس وقت زمین اپنے خزانے اگل

دے گی، لوگوں میں قربِ قیامت کے احساس سے مال کے حصول کی رغبت گھٹ جائے گی‘‘۔ پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: یعنی لوگ اس وقت اللہ کا قرب عبادت کے ساتھ حاصل کریں گے نہ کہ مال کے صدقے کے ساتھ۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ دنیا سے اپنی نظریں ہٹا لیں گے اور انھیں ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوگا۔ پھر قرطبیؒ کا قول نقل کیا ہے: ’’حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت نماز صدقے سے افضل ہوگی، اس لیے کہ اس وقت مال کی کثرت ہوگی حتیٰ کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا‘‘۔ (فتح الباری ٦/٥٦٦)، یعنی اس وقت ذرائع تقرب انفاق و صدقات نہ ہوں گے کہ انسان ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے بلکہ اس وقت اللہ کے حضور میں سجدہ عظیم عبادت ہوگی اور کوئی دیگر عبادت اس کے برابر نہ ہوگی، حالانکہ حدیث کی رو سے صدقے سے اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور آدمی بری موت سے بچتا ہے (سنن ترمذی کتاب الزکوٰۃ)۔ چنانچہ جب یہ صدقہ منقطع ہو جائے گا تو تقربِ الٰہی کا کوئی ذریعہ سجدے کے سوا باقی نہ رہے گا۔

اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ سجدہ اپنی حقیقت میں عظیم تر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن مسلمان دیگر امور میں مشغولیت کے باعث اسے بھول جاتا ہے اور دنیا میں دل چسپی اسے آخرت بھلا دیتی ہے۔ اسی طرح سجدہ دوسرے اعمال، اگرچہ وہ نیکی کے اعمال ہوں، کے مقابلے میں بھی عظیم تر ہے۔ اگر کسی مسلمان کو صدقہ اور محتاج کی اعانت جیسی دیگر عبادات کی استطاعت نہ ہو تو سجدے کا حصہ نفلی عبادات کی نسبت سے اپنی اہمیت و اولیت کی وجہ سے زیادہ بڑا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن الدوسریؒ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد: یٰـمَـرْیَـمُ اقْـنُتِـیْ لِـرَبِّكِ وَاسْـجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ (اٰل عمرٰن ۳:۴۳) ’’اے مریمؑ اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ، اس کے آگے سربسجود ہو، اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا‘‘ کی توضیح سجدے کی عظمت کے زمرے میں کی ہے۔ انھوں نے کہا: اس قول کی بنیاد پر کہ ’القنوت‘ کے معنی عبادت کے ہیں، ملائکہ حضرت مریمؑ کو اولاً ہر نوع کی عبادت پر مداومت کی عمومی

وصیت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر ملائکہ نے انھیں عبادات میں سے افضل و اشرف عبادت، یعنی نماز کی ہدایت کی اور اس کی شکلوں میں سے رکوع و سجود کو ان دونوں کے شرف اور اہمیت کی بنا پر مخصوص کیا، پھر سجدے کو رکوع پر مقدم کیا۔ اس لیے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ارکان نماز میں سے افضل رکن سجدہ ہے (صفوۃ الاثار ۱۲۴/۴)۔ لہٰذا جب اس معنی کے ساتھ آیت کریمہ میں سجدے کی عظمت انتہائی حد تک ثابت ہوتی ہے، تب وہ مخصوص ترین عبادت ہے اور نماز جو جملہ عبادات پر مقدم ہے، سجدہ اس میں مقدم و معظم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سجدے کی یہ فضیلت اس کے عظیم مرتبے کی دلیل ہے۔

فیض القدیر میں المناویؒ کہتے ہیں: ''یہ اس لیے کہ بندہ سجدے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں بہ تمام و کمال عجز و انکساری کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنی پستی اور اپنی انتہائی احتیاج کو جان لیتا ہے تو اسے یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کا رب عظیم اپنے ارادے کو نافذ کرنے پر غالب ہے، اور صاحب کبریا و جبروت ہے۔ اس احساس کے ساتھ سجدے کا قبول کیا جانا متوقع ہے''۔ (فیض القدیر ۶۸/۲، رقم الحدیث: ۱۳۴۸)

ہر عبادت کا حاصل یہ ہے کہ انسان مقام عبودیت کو پالے، اپنی ذات کی حقیقت کو جان لے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھ لے اور باور کر لے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں فقیر ہے۔ وہ اپنے نقص کو حق تعالیٰ کے کمال مطلق کے سامنے رکھے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''عاجزی اختیار کی جاتی ہے تاکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی کمالِ قوت کا نظارہ کیا جائے، اور اس کے حضور میں اپنے فقر کو پیش کیا جائے تاکہ اس کے کمال بے نیازی کو دیکھنا ملے، اور اس کی جناب میں ضعف کا اظہار کیا جائے تاکہ اس کی قوت کا کمال نظر آئے۔ چنانچہ جب سجدہ بندے کی پستی اور رب کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے تو بندے کی طرف سے اپنے رب اور مولیٰ کے حضور میں اپنے فقر اور احتیاج کا اظہار بندے کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

سجدے میں قرب کا مقام

سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک انداز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

فرمایا: کَلَّا ط لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق ۹۶:۱۹) ''ہرگز نہیں، اس (نماز سے منع کرنے والے) کی بات نہ مانو، اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو''۔ اس آیت کریمہ میں غور کرو، وہ اپنے اندر قلیل اور مختصر الفاظ کے باوجود حیات دنیا کی حقیقت اور انسان کے حوالے سے روح بندگی کی طرف واضح اشارہ لیے ہوئے ہے، جب کہ یہ آیت اس شخص کے ذکر کے بعد آ رہی ہے جو اہلِ ایمان کو اللہ کی بندگی سے روکتا ہے: اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی لا O عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (العلق ۹۶:۹-۱۰) ''تم نے دیکھا اس شخص کو جو بندے کو منع کرتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو؟''۔ وہ حق و باطل کی کش مکش اور اہل باطل کا اہل خیر پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کا اظہار ہے۔ اس مرحلے پر فیصلہ کن حکم صادر ہوتا ہے کَلَّا لَا تُطِعْهُ، یعنی عبادت کی مداومت اور اس کی کثرت سے روکنے والے کی بات نہ مانیے، اس کی پیروی نہ کیجیے، جہاں کہیں نماز پڑھنا چاہیں، پڑھیے، اللہ تعالیٰ تمھارا حافظ و ناصر ہے۔ وہ تمھیں لوگوں سے بچائے گا۔

اس آیت میں دشمنی و ایذا کے زبردست طوفان کے سامنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے طاقت حاصل کرنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور وہ ہے سجدے کے ذریعے عبادت و استعانت کے ساتھ مربوط ہونا اور اس پر جمے رہنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ ۲:۱۵۳) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو''۔ اس آیت میں سجدے کو اس سرکشی اور باطل سے مدافعت اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر و ثبات کا ایک وصف بنا دیا گیا ہے۔

امام مسلمؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو، لہٰذا (سجدے میں) خوب دعا کرو۔ اور نبی کریمؐ کی اس ہدایت پر بھی غور کرو جس میں آپؐ نے سجدے میں کیے جانے والے ذکر کی تعلیم دی ہے، ایسے موقع پر جب کہ آدمی کی پیشانی خاک آلود ہوتی ہے اور وہ پورے کا پورا، روح و جسم کے ساتھ اللہ کے حضور میں جھکا ہوتا ہے، ایسی حالت میں وہ کہتا ہے: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ جب وہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ رہا ہوتا ہے تو اپنے آپ کو اللہ کے قرب میں محسوس کرتا ہے۔ اور یہ سجدے کی تفہیم کا

بنیادی جزو ہے جو بندے کے عجز و انکسار اور رب کی عظمت اور بندے کا اپنے رب کے حضور قرب کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

سوال یہ کہ ایسا کیوں ہے کہ سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے؟

سجدے سے قربِ الٰہی کا حصول

اس سوال کے جواب کے لیے ہم کچھ اسباب کا بیان کریں گے کہ اللہ کے قرب کے لیے سجدہ کیوں مختص ہے؟ بعض اسباب کی طرف تو نصوص رہنمائی کرتی ہیں اور بعض علامات سجدے کی صورت سے اخذ کردہ ہیں:

○ **تواضع و انکساری کی بلیغ ترین صورت:** یہ کہ سجدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں عاجزی و فروتنی کی بلیغ ترین صورت ہے۔ انسان نہ تو بندہ کہلا سکتا ہے اور نہ انسان اس انکساری و فروتنی اور بندگی کے بغیر بندے بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عاجزی و پستی سے ہی انسان اللہ کے حقیقی بندے بن سکتے ہیں۔ ایسی ہی صورت میں انسان وصف عبودیت کا مستحق ٹھیر سکتا ہے۔ لیکن بندگی کے مراتب ہیں۔ جس قدر عجز و انکسار ہوگا، اسی نسبت سے انسان میں وصف عبودیت کی اہلیت ہوگی اور پھر ہی وہ بندہ کہلا سکے گا۔ اور جس قدر وہ عاجزی اختیار کرے گا اور عاجزی کی صورت جس قدر عظیم و کبیر ہوگی، اسی قدر اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی کی روح متحقق ہوگی۔

جب ہم نے یہ جان لیا کہ حیات دنیا میں صاحب ایمان انسان کے لیے اللہ کی بندگی بلند ترین درجہ ہے تو ہمارے لیے تقرب الٰہی کے لیے سجدے کے مختص ہونے کا راز آشکارا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کرو سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (بنی اسرائیل ۱۷:۱) ''پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی''۔ یہ وہ مقام ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معراج میں زمین سے پہلے آسمان، پھر دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک تشریف لے گئے، اور اس مقام بلند تک رسائی حاصل کی جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی نبی مرسلؑ پہنچ پایا تھا۔ یہ اس لیے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی

جناب میں عاجزی وفروتنی اور عبودیت کے اعلیٰ مقامات تک رسائی حاصل کر لی تھی اور وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے' وہ سب سے زیادہ اللہ کی عظمت کے عارف تھے اور اللہ کے حضور میں سب سے زیادہ اپنے فقر وضعف کا اظہار کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپؐ عبودیت کے ان معانی کے ساتھ متصف تھے اور یہی وہ شرف و امتیاز تھا جس کے ساتھ آپؐ اس بلندی تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معنوی اور حسی رفعت کو حاصل کیا۔ معنوی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح ۹۴:۴) ''اور تمھاری خاطر تمھارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا''۔ لہٰذا آپؐ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور حسی طور پر یوں کہ آپؐ معراج کے سفر میں اس مقام بلند تک پہنچے جس کا ذکر نبیؐ کی صحیح احادیث میں وارد ہے۔

اس مرحلے پر ایک دوسرے پہلو سے بھی عبودیت کا ذکر کیا گیا ہے' وہ یہ کہ مبالغہ کرنے والے اور حد سے بڑھ جانے والے' حدِ اعتدال سے آگے نہ بڑھیں تاکہ آنحضورؐ کی عظمت وشرف کے سبب سے آپؐ کو حد بشریت سے نکال کر دائرہ الوہیت و معبودیت میں داخل نہ کر دیں' جیسا کہ سابقہ امتوں نے اپنے نبیوںؑ کے بارے میں کیا۔ اس لیے آپؐ کو (عبداً) بندہ کا نام دیا گیا ہے' تاکہ اس بات کی تاکید ہو جائے کہ آپؐ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے ہیں اور آپؐ کو یہ رتبۂ بلند اس مقام بندگی کی وجہ سے ملا:

ومما زادني شرفاً وتيهاً — وكدت بأخمصي أطأ الثريا
دخولي تحت قولك يا عبادي — وأن صيرت أحمد لي نبياً

اے اللہ تو نے مجھے اپنے قول یا عبادی میں داخل فرما کر اور احمدؐ کو میرے لیے نبی بنا کر جو بڑا اعزاز مجھے بخشا ہے' اس پر میں فخر سے جھوم اٹھا ہوں اور قریب ہوں کہ اپنے تلووں سے ثریا کو بھی روند ڈالوں۔

چنانچہ عبودیت وہ شرف ہے جس کے ساتھ بندہ' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ارتقائی منازل طے کرتا ہے اور جب سجدہ تواضع وانکساری کی بلیغ ترین صورت ہے جو عبودیت کی روح ہے تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے قرب کا اعلیٰ مقام ہے۔

○ **غرور و سرکشی کی نفی**: معنوی علامات کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ زمین کے ساتھ

اتصال بندے کو اپنی ابتدا و انتہا یاد دلاتا ہے کیوں کہ انسان اپنی جبین کو خاک آلود کرتا ہے تو اسے یاد آتا ہے کہ یہ اس کی پیدایش کی اصل خاک ہے اور وہ اسی خاک میں لوٹنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ابتداً مٹی سے پیدا فرمایا اور قیامت کے دن اسے جزا و سزا کے لیے اسی مٹی سے اٹھائے گا۔ اور یہ معنی بلیغ ترین صورت میں سجدے کی حالت میں اجاگر ہوتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ نیند کی حالت میں انسان زمین کے ساتھ زیادہ جڑا ہوتا ہے' لیکن یہ اتصال اس ہوشمند اور عاقل شخص کا نہیں ہوتا جو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے' اپنی عقل سے سمجھتا ہے اور اپنی زبان سے کلام کرتا ہے اور اس کیفیت میں ہوتا ہے جو مطلوب ہوتی ہے جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ جب یہ معنی سجدے میں ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں تو انسان کو اس کی اپنی اور اپنی نہایت کی حقیقت یاد دلا دیتے ہیں۔ یہ کیفیت ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور بندے کو آخرت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونے اور اپنے عاجز ہونے کی یاد دلاتی رہتی ہے' جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے مقامِ قرب سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ خاک جو بندے کی پیدایش کی اصل ہے' کے ذریعے تذکیر اس کے لیے تواضع اور انکساری کا باعث بنتی ہے۔

وہ جس کی چال متکبرانہ ہے اور زمین پر اکڑ اکڑ کر چلتا ہے' اسے چاہیے کہ پاؤں آہستہ رکھے کیونکہ وہ خود بھی مٹی سے بنا ہے کل مٹی ہو جائے گا اور قدموں سے پامال کیا جائے گا۔ انسان بندگی کی حقیقت سے پہلوتہی تب ہی کرتا ہے جب وہ اپنی ابتدا و انتہا کی حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مطرف بن الشخیرؒ متکبرین و متفخرین کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: اے ابن آدم تو اپنی ابتدا میں پانی کا ایک ناپاک قطرہ ہی تھا اور اپنی انتہا پر ایک غلیظ مردہ ہوگا' اور اس دوران تو گناہوں کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے۔ (احیاء علوم الدین ۳/۳۴۰)

انسان تب ہی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے اور سرکشی کا راستہ اختیار کرتا ہے جب اس حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور سجدہ اس زمین اور اس خاک میں مل جانے کی بڑی بلیغ یاددہانی ہے جو ان تمام معانی کی یاد دلاتا ہے اور ان تمام اثرات کو یقینی بناتا ہے۔

○ **حقیقتِ دنیا سے آگہی**: تیسرا نکتہ یہ کہ سجدہ اپنی ہیئت کے ساتھ دنیا اور اس کے فتنوں سے نظروں کو ہٹانے والا ہے۔ انسان جب سجدے میں ہوتا ہے تو اس کی نظر سجدے میں اس

چھوٹے سے زمین کے ٹکڑے کی طرف ہوتی ہے۔ وہ اس کے سوا دنیا کی کسی چیز کو نہیں دیکھتا اور اس کا ذہن آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مقدار کی طرف پھر جاتا ہے تو اسے رسولؐ اللہ کے اس ارشاد کا مفہوم سمجھ آتا ہے: اگر اللہ کی نظر میں دنیا مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔(سنن ترمذی 'کتاب الزہد)

جب سجدہ کرنے والا اس ہیئت میں ہوتا ہے' جب کہ وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور اپنے ربِ اعلیٰ کے نام کی تسبیح کر رہا ہوتا ہے تو اس کے ہاں یہ دونوں اُمور' دنیا کی زوال پذیری کی معرفت اور عبودیت کی عظمت کا ادراک جمع ہو جاتے ہیں اور وہ جان لیتا ہے کہ اس کے لیے مناسب نہیں کہ دنیا کی حیثیت کو اس حیثیت سے زیادہ بڑھائے جو اس نے سجدہ میں دیکھی ہے۔ اور اس وقت اس کا دل دنیا کی زیب و زینت کی طرف راغب نہیں ہوتا اور نہ اس کی چمک ہی' اس کی بصارت و بصیرت کو اچک لیتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی کی حقیقت سے منہ موڑ لے۔

سجدے کی ہیئت انسان کو یہ شعور دلاتی ہے کہ دنیا وہ نہیں ہے جس طرح کہ وہ چاہتا ہے اور نہ اُس طرح ہی ہے جس طرح شیطان اسے مزین کر کے دکھاتا ہے کہ اس میں ایسا اور ایسا سامان زیست' عمدہ چیزیں' لذتیں اور مرغوبات ہیں جو اس بات کی مستحق ہیں کہ انسان ان کے لیے اپنا وقت اور اپنی مساعی صرف کرے اور ان کی فکر میں گھلتا رہے۔ سجدہ اس زعم باطل کا ازالہ کر دیتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے مسلمان کو اس کے ساتھ مربوط کر دیتا ہے۔ نتیجتاً وہ دنیا پرستی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اپنی نظروں کو ہٹا لیتا ہے۔ جب بندۂ مومن اس حقیقت کو اپنے ذہن میں تازہ کرتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

○ یکسوئی: چوتھا نکتہ مسلمان کا سجدے کی حالت میں غیراللہ کی جانب سے عدم التفات ہے' جب کہ نماز میں قیام کے دوران اس کی نظر دنیا کی کسی چیز' کسی شخصیت' کسی قابل ذکر فرد کی طرف پھر جاتی ہے' اور اسی طرح رکوع میں بھی کوئی ایسی صورت پیش آ جاتی ہے' لیکن سجدے میں وہ کوئی ایسی چیز نہیں پاتا ہے' اور نہ وہ دنیا ہی کی کسی چیز کو دیکھتا ہے۔ گویا ہر چیز کو اس نے ترک کر دیا' ہر بشر سے بے نیاز ہو گیا' ہر نفع و نقصان کو تج دیا اور پورے گرد و پیش سے لاتعلق ہو کر اس کی توجہ

صرف اللہ کی طرف مختص ہو کر رہ گئی اور اسی کی جناب میں اس کا دل اٹک گیا۔ اسی کے ذکر سے اس کی زبان تر ہوتی ہے' اسی سے مدد کا امیدوار ہوتا ہے اور اسی کے لیے اس کی نیت خالص ہو جاتی ہے۔ وہ مکمل طور پر اللہ کی طرف یک سو ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کی طرف اس کا متوجہ ہونا بہت بعید ہو جاتا ہے۔

جب بندہ دنیا کے سحر اور اس کی محبت سے آزاد ہو گیا' اور اس سے امید' اس کے خوف اور اس کے نفع ونقصان سے بے نیاز ہو گیا تو اس نے کمال بندگی حاصل کر لیا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ اس کا انحصار صرف اللہ پر ہے اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا' اور وہی اس کی امیدوں کا مرکز ہے' جیسا کہ اس کا فرمان ہے: فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ (الذّٰریٰت ۵۱:۵۰)''پس دوڑو اللہ کی طرف''۔ یہ تو ایک معروف حقیقت ہے کہ ہر چیز جس سے وہ خوفزدہ ہوتی ہے اس سے گریزاں رہتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی جانب کے کہ جب کوئی چیز اس سے خوفزدہ ہوتی ہے تو اسی کی طرف دوڑ کر جاتی ہے' اور یہی تعلیم نبی کریمؐ نے دی ہے۔ اسی لیے سجدہ قرب کا موقع ہوتا ہے کیوں کہ اس میں اللہ کی طرف یکسوئی اپنے کمال پر ہوتی ہے۔

○ **عاجزی و فقیری**: پانچواں نکتہ یہ کہ سجدے میں انسانی جسم کے بڑے بڑے اعضا شریک ہوتے ہیں۔ انسان جب وقوف یا رکوع میں ہوتا ہے تو اپنے بعض اعضا سے کام لیتا ہے' لیکن جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں' دونوں پاؤں' دونوں گھٹنوں' ناک اور پیشانی کے ساتھ زمین پر ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پورے کا پورا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے اور یہ بھی کہ اس کے سارے حواس اللہ کی ہدایت کے مطابق استعمال ہو رہے ہیں۔

پس اس کی آنکھیں' اس کے ہاتھ' اس کے پاؤں اور اس کی ہر چیز اسے یاد دلاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عاجز اور فقیر بندہ ہے' لہٰذا مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے اور پھر اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے اللہ کی نافرمانی کرے یا قدموں کے ساتھ منکرات کی طرف چل کر جائے۔ اسی طرح اس کے لیے یہ بھی مناسب نہیں کہ شہوات اور لذات کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ یہ معنی ہیں سجدے کے' اس شخص کے لیے جو اسے سمجھنے کے لیے اس پر غوروفکر کرتا ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی وفرمانبرداری کا زیادہ سے زیادہ حریص ہو اور اس کی نافرمانی سے زیادہ سے زیادہ بچنے والا ہو۔

یہ بندے کے لیے اس کے رب اور مولا سے قرب کے اسباب ہیں۔

○ **معراجِ بندگی:** چھٹا نکتہ یہ ہے کہ سجدہ انسان اور شیطان کے درمیان تفریق کرتا ہے۔ وہ شیطان کے لیے محرومی اور دوری کا سبب ہے' اس لیے کہ اس کو سجدے کا حکم دیا گیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ انکار اس پر تا قیام قیامت لعنت کا سبب بن گیا۔ پھر آخرت میں اس کے لیے عذاب ہے۔ لیکن جو جھکتا ہے اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں سجدہ کرتا ہے' وہ اپنی عبودیت کا ثبوت دیتا ہے اور شیطان سے دشمنی کا اعلان کرتا ہے۔ شیطان کو سجدے سے انکار پر دھتکارا گیا اور اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ لیکن تیرا معاملہ اس کے برعکس ہے' تو سجدہ کرتا ہے تو اللہ کے قرب اور اس کی رحمت کے سایے میں ہوتا ہے۔

سجدے کے ساتھ جہاں انسان دنیا اور اس کے فتنے' لوگوں کی طرف مائل ہونے اور ان پر بھروسا کرنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے وہیں اس کے اعضا اور ان کے اعمال کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے خلاف استعمال ہونے سے آزادی مل جاتی ہے۔ وہ شیطان کی گمراہ کن راہوں اور اس کی دھوکا دہ چالوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے اور شیطان لعین کے مابین دوریاں اور فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے انکار کیا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اعلان کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح اسے فلاح کے کتنے اسباب میسر ہو گئے اور ایمان میں اضافے اور اللہ کی رضا کے کتنے ہی اسباب ہاتھ آ گئے۔ بے شک ہم نے اس حقیقت کو پا لیا کہ سجدہ بندے کا سب سے اونچا مقام اور قربِ الٰہی کی بلیغ ترین صورت ہے۔

○ **آخرت کی یاد:** ساتواں نکتہ دنیا اور آخرت کے سجدے کی یاد دہانی ہے اور وہ سجدے کرنے والے مومن اور انکار کرنے والے کافر کے درمیان فرق ہے۔ بندۂ مومن کو دنیا میں سجدے کے لیے بلایا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور کافروں کو بلایا گیا تو انھوں نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ قیامت کے دن سجدہ کرنے کی تمنا کریں گے مگر وہ اس سے روک دیے جائیں گے' سجدہ کرنے کے ارادے اور اس کی رغبت کے باوجود ایسا نہ کر سکیں گے۔ ان کی پیٹھیں تختہ ہو جائیں گی اور ان میں سے ایک بھی اس قابل نہ ہوگا کہ اپنی کمر کو خم کر کے سجدہ کر لے۔ مفسرین نے

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہی معنی لیے ہیں: یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ (القلم ۶۸:۴۲) ''جس روز سخت وقت آ پڑے گا اور لوگوں کو سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے''، یعنی ان کے اور ان کے ارادے کے مابین رکاوٹ پیدا کر دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب حقیقت کو منکشف فرمائے گا تو سب مومن مرد اور عورتیں سجدے میں گر جائیں گے لیکن جو کہ دنیا میں دکھاوے اور شہرت کے لیے سجدہ کرتا تھا' وہ باقی رہ جائے گا۔ وہ چاہے گا کہ سجدہ کرے مگر اس کی پیٹھ ایک ہی طبق بن جائے گی۔ بندہ مومن کو جب اس مقام کا خیال آتا ہے تو سجدے کی طرف مسابقت اسے اُس سخت مقام اور ہولناک موقع سے نجات وخلاصی دکھائی دیتی ہے اور وہ اسے رب عظیم کے تقرب اور دردناک عذاب سے بچاؤ کی ایک صورت دکھائی دیتی ہے۔ اس لیے سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ سجدہ جو دنیا میں سب سے بڑی عبادت اور قربِ الٰہی کا باعث ہے وہ ان لوگوں کے لیے، جنھوں نے دنیا میں سجدہ کرنے سے پہلوتہی کی' بڑے بنے رہے' سجدہ نہیں کیا اور اللہ کے حضور میں نہیں جھکے' قیامت کے روز حسرت وندامت کے ساتھ مصیبت زدہ' جھکی ہوئی گردنوں اور ذلیل چہروں کے ساتھ ہوں گے اور یہ رسوائی کے ساتھ عذاب کی ایک بہت بڑی صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے ساتھیوں کے عذاب کی کیفیت کے سیاق میں ارشاد فرمایا: فَکُبْکِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ (الشعراء ۲۶:۹۴) ''پھر وہ معبود اور یہ بہکے ہوئے لوگ اور ابلیس کے لشکر سب کے سب اس (جہنم) میں اوپر تلے دھکیل دیے جائیں گے''۔ اور ایسا ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے: فَکُبَّتْ وَجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ (النمل ۲۷:۹۰) ''ایسے سب لوگ اوندھے منہ آگ میں پھینکے جائیں گے''۔ اور ایسا ہی حضرت معاذؓ کی حدیث سے مترشح ہوتا ہے۔ جب نبیؐ نے ان سے کہا: یعنی اے معاذ' تمھاری ماں تجھے گم کرے' کیا لوگ اپنی زبانوں کے غلط استعمال کے نتائج کے علاوہ بھی کسی وجہ سے جہنم میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے؟ (سنن الترمذی کتاب الایمان)

عذاب کی شدید ترین صورت مشقت اور اہانت کے لحاظ سے یہ ہے کہ منکر کو منہ کے بل آگ میں پھینکا جائے، اس لیے کہ اس نے بندگی سے انکار کیا تھا۔ لیکن سجدہ کرنے والا جس نے دنیا کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں اس کی عظمت کے اعتراف کے ساتھ، اس سے خیر کا سوال کرتے ہوئے اور اس کے عذاب سے بچنے کے لیے عاجزی اور انکساری اختیار کرتے ہوئے اپنے آپ کو منہ کے بل گرایا تھا وہ اس عذاب سے نجات پا جائے گا۔ سجدے کی اس حقیقت کے استحضار کے ساتھ مسلمان کو یہ ادراک حاصل ہو جاتا ہے کہ سجدہ نجات اور بچاؤ کا سبب ہے اور بندے کے لیے رفعت اور اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ۔

لہٰذا سجدہ (جو مقام قرب ہے) پر غور کرنے والے شخص کو چاہیے کہ اس حقیقت کو فراموش نہ کرے۔ ان جملہ معانی کو جب بندہ مومن اپنے دل میں اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ تازہ رکھتا ہے تو وہ خالص عبودیت کی معراج پر ہوتا ہے۔ بلاشبہہ وہ نماز کے دوران دعا کے لیے سب سے بڑا موقع ہوتا ہے کیوں کہ وہ مقام قرب ہے۔ اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ جب تم سربسجود ہو کر اللہ کے قریب ہوتے ہو تو اس کے حضور میں عجز وانکساری کے ساتھ اپنا سوال پیش کرنے کے اہل ہوتے ہو۔ تم اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد کر رہے ہوتے ہو اور تمھیں اپنی فنا اور انتہا یاد آ رہی ہوتی ہے، اس حال میں کہ دنیا تمھاری نظروں سے اوجھل ہوتی ہے اور تم لوگوں سے بے تعلق ہوتے ہو اور تمھارے اعضا و حواس صرف اللہ کی بندگی کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اور تمھارا راستہ شیطان کی راہ سے الگ ہوتا ہے۔ پھر تمھاری نظر اللہ کی جزا و سزا کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

ذکر اور دعا

سجدے میں دعا کی کثرت مستحب ہے جیسا کہ ہم نے قرب کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ نبیؐ کی نماز میں دعا زیادہ تر سجدے کی حالت میں بیان ہوئی ہے۔ ابن قیمؒ نے کہا ہے: ''نماز میں دعا کے سات مواقع ہیں اور ان میں سے اہم ترین سجدے کا مقام ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی کثرت سجدے میں ہوتی۔ (زاد المعاد ۱/۲۵۶)

سجدہ دعا کے لیے مختص ہے جس کے ساتھ وہ نماز میں دیگر مواقع اور شکلوں سے ممیز ہے اور

اسی بارے میں صحیح حدیث میں وارد ہے: اے لوگو' مبشرات نبوت میں سے صرف سچا خواب باقی ہے جسے کوئی مسلمان دیکھے یا اس کے لیے دکھایا جائے۔ سنو' مجھے رکوع وسجود کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ رکوع میں اپنے رب تعالیٰ کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں خوب دعا کرو اور وہ اس لائق ہے کہ اسے قبول کیا جائے (مسلم)' یعنی سجدہ قبولیت دعا کا اہم ذریعہ ہے۔

سجدے میں گریہ و زاری

سجدے میں گریہ وزاری' تاثر اور انفعال کی کمال صورتوں میں سے ہے۔ نماز میں مسلمان کا رونا زیادہ تر دو مقامات پر ہوتا ہے: قیام میں اور سجدے میں۔

قیام میں جب وہ قرآن کریم کی آیات پڑھتا یا سنتا ہے جس میں وعدہ ہوتا ہے' وعید ہوتی ہے' جنت اور جہنم کا ذکر ہوتا ہے تو اللہ کے جلال سے اس کا دل مرعوب ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اور سجدے کا موقع اسے یاد دلاتا ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں گرا پڑا ہے' نیز وہ اسے اس کے ضعف اور رب ذوالجلال کی جناب میں اپنی تقصیر کو یاد دلاتا ہے۔ اسی لیے رونے کا ذکر سجدے کے ساتھ آیا ہے: اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا (مریم ۱۹:۵۸) ''ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمٰن کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے''۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا (بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۹) ''اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے''۔

پھر ان کی زبان اللہ کی عظمت اور اس کے وعدہ کی سچائی کے ساتھ ہلنے لگ جاتی ہیں۔ وہ پکار اٹھتے ہیں: سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ''پاک ہے ہمارا رب' اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا'' اور اس کے ساتھ ان کے سینوں میں جو جذبات ابھرتے ہیں الفاظ ان کی تصویر کشی کرنے سے قاصر ہیں۔ اور آنسو اس ناقابل بیان مخفی تاثیر کی تعبیر بن کر ان کی آنکھوں سے ٹپکنے لگتے ہیں۔ پس سجدے میں خشوع کامل کی تعریف یہ ہے کہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں عجز و انکساری اور گریہ وزاری بتمام وکمال جمع ہو جاتی ہیں۔

سجدے میں خوف و رجا

کمال سجدہ کے لوازم میں سے ہے کہ بندہ خوف و رجا کے درمیان متغیر رہتا ہے جب وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں سجدہ کرتا ہے اور ابلیس کی مشابہت کی مخالفت کرتا ہے جس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا' اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوتا جو سجدہ کرنے سے مجتنب رہتے ہیں۔ لہٰذا وہ امید رکھتا ہے کہ اس کا سجدہ اللہ کی رضا کے حصول اور اس کی دعا کی قبولیت کا باعث بن جائے گا۔ لیکن جس وقت اسے ابلیس کے لیے لعنت یاد آتی ہے اور اسے وہ موقع یاد آ جاتا ہے جب آخرت میں کافروں کو سجدہ کرنے کی قدرت حاصل نہ ہوگی۔ نیز اسے ابلیس اور اس کے پیروکار بلکہ اور بھی بعض گناہگاروں کے اوندھے منہ جہنم میں پھینکے جانے کا خیال آتا ہے تو وہ اپنے رب کے غضب سے کانپ اٹھتا ہے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمیں آیات قرآنی میں سجدے اور امید و بیم کے درمیان یہ ربط نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (السجدة ۳۲:۱۵) ''ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے''۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں' اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں' اور رحمٰن کے بندوں کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں' جو دعائیں کرتے ہیں: اے ہمارے رب' جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے' اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے۔

یہ سب مفاہیم اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ مقام تک رسائی دلاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سزاوار ہو جاتے ہو۔ اسی لیے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے زیادہ سے زیادہ اس کی بندگی کریں' اس کے حضور میں اپنی عاجزی' زاری و انکساری کا اظہار کریں' اپنی احتیاج کو پیش کریں اور اپنے دست سوال کو اس کے حضور میں پھیلائے رکھیں۔ یہی قربِ الٰہی ہے' یہی معراج بندگی ہے اور یہی حقیقتِ سجدہ ہے!